

AKHBAR
OUDH PUNCH
LUCKNOW
VOLUME IX
1924
ہفتہ وار باتصویر
M.B.KHAN ARTIST

جلد ۹ — نمبر ۳۳

# مضامین غیبر

یکشنبہ ۱۳/۳۱ اگست سنہ ۱۹۲۳ء

## بادۂ بے خمار

### ارشاد

باب پنجم ذکر ارشاد و وے — ہم کشاں جستہ ہو با باعلے
ہر کہ در ارشاد بنماید شروع — ہست کافی از اصول و از فروع
در طریقت بگذر و از کفر و دین — کہ رسیدم من بسر حد یقین
در سلوک از دوست واند مغز و پوست — ہر چہ پیش سالک آید خیر دوست
جوز بشکن سر برآر از پیرہن — تا نماید درد پیری ممتحن
سر سپار و دل سپار و سر بپوش — کز ادایان تست از جان بکوش
چشم برہم نہ برآ از کالب پے — یک نظر بالا کن و اللہ گوے
در سلوک وجد بہ ہم استاد باش — رستگی دعوی کن و ہشیار باش
رستگی دارد شرف بر بستگی — راستی خالی است جائے رستگی
رستہ از دنیا بعقبیٰ سپے برد — لیک باید امروز دنیا بگذرد
در سکال رستگی پیوستہ باش — نازک اندام ضعیف و خستہ باش
شد مجرد از علائق کول تو — تا شود مجموع در کشکول تو
رشتہ بر تاج از مناعت دستہ گیر — بر شکم سنگ قناعت بستہ گیر
گہ قدم در کوے و در بر دن بزن — گاہ بنشیں خرقہ را سوزن بزن
با تصور از فہم شعر مولوی — باید از تقلید خواندن مثنوی
الصیاد از کار و از شلتاق تو — نشتار و دہرہ و طمطراق تو
عہد عرفان قلندر باقی است — چند شو از شمس و ملا کافی است
شرط دیگر ترک در ماندیشی است — ہر چہ شد نیشش بہال و وحشی است
با حلیم و حیائی و حیرت و حلیہ — چون تجلی واصل شدی آسودہ شو
ہر کہ را شیخ از تربیت صید کرد — دام صوفی در طریقت قید کرد
آن یکے شد عمر ظالم را مرید — وان دگر شد در طریقت بایزید
گر حقیقت چون نقیب آلفتہ — ہر دو در ہا رفتہ و ناسفتہ
شرط درویشی است قلیان حشیش — گر قلندر یا فقیہے یا کشیش
ہم بنوش و ہم بکش بے دامہ — چرس و افیون بترش و بنگ و لقمہ
تحفہ ہا تیج جوہر فقر و فنا است — قفل روزی و کلید استغنا است
از دود قلیان سر فلک در پیچ و تاب — تا گل مہتاب گردد بہر آب

لوت خواہاں را ترید و لوت دہ — سیر شان در عالم لاہوت دہ
از حق ہولاے خود منفک مشو — تک مساز و دور از طلب حق مشو
با گل سولا کرد و سے بادہ کش — با کدو نشیں زیر آن لبادہ کش
دم غنیمت دان بنیہ لشش باز رقیب — در جنید آ لا سجا سوسی نقیب
کاین رقیب فتنہ جوے جنگی است — دشمن صوفی بلاے جنگی است
سیر زند با نخوت و کبر و بطر — ناف علم و فضل و تقوا و ہنر
سپید رو دل فقیران را چو صفر — بندگی ہا میکند از پیر فقر
پیش پیران حقیقت نافع است — بر مرشیاد سیف قاطع است
گشتہ فرنگی در فقاہت مشتہر — در حضور شہریاران مجبر

## مکتوب حاجی عبد اللہ نابینا آنجہانی بنام

### کورچشمان ہندوستانی

بھائیو۔ سلام سنۃ الاسلام کے بعد واضح ہو کہ میں بھی تمھاری طرح کبھی بینائی کی نعمت سے بہرہ یاب تھا شب تاریک میں مچھر کی انگلیاں اور چیونٹی کی پسلیاں گن سکتا تھا مگر اتفاق کی بات کہ یک چشم زدن۔ بینائی اس طرح غائب ہوگئی جیسے ہندوستانیوں کے دل سے اتفاق و یکجہتی افسانۂ کورچشمی دراز نہیں عاشق کی شب وصل سے زیادہ مختصر ہے لیکن قابل عبرت ضرور ہے جب سے میں نے تمھاری دنیا کو چھوڑا اور یہاں وارد ہوا اسوقت سے کسیقدر مطمئن ہوں لیکن جب تک دنیا میں رہا نہایت مصیبت و تکلیف سے زندگی کٹی۔ مجھے ڈر ہے کہ تم بھی میری طرح اس ابتلا سے دو چار ہونے پر تیار ہو۔ یار و آنکھیں بڑی نعمت ہیں انکی قدر کرو۔ اب میں تمھیں اپنے اندھے ہونے کی داستان سناتا ہوں۔ سرزمین عراق میری زاد بوم ہے۔ جوانی میں اونٹوں پر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کے لاتا اور بازار میں فروخت کرنا یہی میرا پیشہ تھا۔ زندگی بفراغت بسر ہوتی تھی نہ تنگی کا کھٹکا تھا نہ کل کا غم ایک روز میں لکڑیاں کاٹنے میں مصروف تھا چلچلاتی دوپہر گرمی کا موسم رونگٹیں رونگٹیں سے پسینہ جاری۔ اتنے میں ایک شاہ صاحب تشریف لائے اور میری شدید محنت کو دیکھتے رہے جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ بھائی مجھے بھی ایک کام سے شہر کی طرف جانا ہے اگر تم اپنے ہمراہ اونٹ پر بٹھالو تو بڑا احسان ہوگا۔ فرمائش کوئی اہم نہ تھی میں نے فوراً اپنے ساتھ اُن کو اونٹ پر سوار کر لیا ابھی نصف راہ طے نہوئی تھی کہ شاہ صاحب نے ایک درۂ کوہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہاں بہت بڑا خزانہ ہے اگر تم نصف اونٹ مجھے دے دو تو میں تمھیں وہاں لے چلوں خزانہ میں جو کچھ ہے تم اور ہم دونوں بانٹ لیں میں نے بقسم و حلف اقرار کیا کہ ایسا ہی ہوگا

شاہ صاحب غار میں اُترے میں نے احتیاطاً
شاہ صاحب کو آگے رکھا کہ شاید کوئی فریب ہو
تو پشت پر رہے۔ شاہ صاحب بآسانی شکار کیے چلیں
آگے آگے شاہ صاحب پیچھے پیچھے میں۔ تھوڑی دیر
میں ایک مقفل آہنی دروازہ دکھائی دیا شاہ صاحب
نے زیر لب کوئی دعا پڑھی۔ دعا پڑھتے ہی جھڑ سے
قفل گر پڑا۔ زنجیر کھولی اور خزانے کے اندر داخل ہوئے۔
جواہر کی ضیاء سے وہ غار مثل سینۂ اہل ایمان روشن تھا۔
میں تھا اور شاہ صاحب نے چادر پھیلائی اور [illegible]
تمام ہیرا موتی سونا اونٹوں پر لادنا شروع کیا جب
اونٹ اس مال و دولت سے لد پھند گئے تو شاہ صاحب
نے ایک سونے کی ڈبیا اپنی پگڑی میں رکھ لی۔
اور مجھ سے کہا کہ وعدہ وفا کرو میں نے کہا بسر و چشم
قطار میں سے آدھے اونٹوں کی مہار شاہ صاحب نے
تھامی اور آدھے اونٹوں کی میں نے۔ آدھر ہم ساتھ ساتھ
ہوتے ہی شاہ صاحب نے دوسرا راستہ اختیار فرمایا
اور میں شہر کی طرف چلا۔ مگر دل نے کہا کہ یہ ایک فقیر
خدا کی مار کہ اللہ دنیا اتنی کثیر دولت لے کے کیا کرے گا
اکیلا تو ہی تم جوان ہو وہ بوڑھا ہے اگر آشتی سے مال
حوالے نہ کرے تو خنجر سے کام لو۔ تیر پھر پلٹا۔ شاہ صاحب
تھے روشن ضمیر از خود کہنے لگے بابا یہ دولت فقیر کے
کام کی نہیں یہ بھی تو ہی لیجا۔ فقیر کے واسطے ڈبیا
بہت ہے۔ پورا مال حاصل کرنے کے بعد طمع ہوئی کہ
اس ڈبیا کے خواص بھی معلوم ہونا چاہئیں شاہ صاحب
میری طمع خام پر ہنسے اور فرمایا کہ بابا یہ سرمہ کی ڈبیا
ہے اگر اسکی ایک سلائی داہنی آنکھ میں پھیر دو تو روئے
زمین کے خزانے تمہاری نگاہ کے سامنے آجائیں۔ اور
اگر دونوں آنکھوں میں پھیر دو تو دیدے ختم ہو جائیں۔
میں نے شاہ صاحب کی منت سماجت کی اُنھوں نے
داہنی آنکھ میں سلائی پھیری واقعی چودہ طبق روشن
ہوگئے جو خزانہ اونٹوں پر لدا تھا وہ حقیر معلوم ہونے لگا
مگر دل نے کہا کہ فقیر کی بات قابل تسلیم نہیں اگر دونوں
آنکھوں میں سلائی پھیری جائے تو شاید یہاں سے بڑا
دکھائی دے جنوں کی فوج قبضہ میں آجائے تاکہ شاہ
صاحب پریوں کا ناچ تماشا دیکھنا چاہتے ہیں اور
اس سلطنت میں مجھے بھی شریک کرنا پسند نہیں
فرماتے چنانچہ رو رو کر منت کرنے لگا کہ بندہ کی
آنکھ میں بھی سلائی پھیر دیجیے۔ میرا دم فنا کیجیے مگر
شاہ صاحب کسی طرح راضی نہ ہوئے پھر تو بندے
نے پیش قبض پر ہاتھ ڈالا اور کہا:۔
"لا بے او مکار اگر تجھے کچھ خاصیت تو نہیں آتی ہے
جان کی سلامتی چاہتا ہے تو دوسری آنکھ
میں بھی سرمہ لگا ورنہ ہمیں آنتیں باہر کردونگا"
غریب شاہ صاحب نے مجبوراً دوسری آنکھ میں
بھی سرمہ لگادیا۔ ہائے ہائے دونوں آنکھوں
میں ٹیسیں پیدا ہوئیں ہاتھوں سے سر تھام کے
بیٹھ گیا۔ نیلا نیلا پانی دیدوں سے بہا اب جو
آنکھ کھولتا ہوں تو دنیا آنکھوں میں اندھیر
شاہ صاحب کو آواز دی مگر شاہ صاحب اب
کہاں وہ اونٹوں کو لے کے چلتے ہوئے۔
دن دہاڑے اونٹ چھوڑ کر گھر واپس آیا۔ آنکھ
پھوٹی پیر گئی بھیک مانگنے لگا مگر جب تک
زندہ رہا یہ عہد کر لیا کہ بھیک کے ہر پیسے کے
عوض چندیا پر ایک چپت بھی حاصل کرونگا۔
مدتوں یہی دستور رہا۔ ایک دن خلیفہ ہارون رشید
نے مجھے ایک اشرفی خیرات میں دی حسب
معمول میں نے اُنکے سامنے بھی چندیا پیش
کی اور کہا کہ جب تک حضور اپنے دست
مبارک سے ایک چپت اس سر نحس پر طبع ہو
نہ لگا لینگے یہ اشرفی میرے نزدیک [illegible]
کے برابر ہے۔ آخر امیر المومنین نے استفسار سبب
کے بعد میرا وظیفہ مقرر کر دیا اور باقی زندگی
کا خاتمہ حضرت خلیفہ کے سایۂ عاطفت میں ہوا۔

یارو تم نے میرا قصہ سن لیا اب میں ایسے
عالم میں ہوں جہاں اندھے اور بینا دونوں
برابر ہیں اگرچہ بینائی اور [illegible]
زندگی تک غیب و شہود سے چھپا پہنچتے ہی سب
کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ دولت کی ضرورت
نہیں رہتی پھر بھی تم لوگ دنیا میں رہتے ہو
اور آنکھوں کے اسی طرح محتاج ہو جیسے میں تھا۔
وہ دن یاد کرو جب تم اپنی محنت مشقت سے شہر
میں بسر زندگی کرتے تھے۔ تمہارے لئے کاٹھ کا بنا ہوا
جھونپڑا مسرت کا سب سے بڑا محل تھا۔ بازو
میں طاقت تھی تم کو اپنی آپ حفاظت کرنے کا
سلیقہ تھا۔ کپڑا جو کچھ ملتا تھا صبر شکر سے
اسی پر قناعت کرتے تھے سوالی [illegible]
فساد سے سروکار نہ تھا پڑوسیوں کے ساتھ محبت
غیروں سے مروت تھی۔ معرفت بھر کسی کتب
میں پڑھنا لکھنا سیکھتے اور کاروبار چلاتے تھے
نہ آپ کو کالے نہ گورے کا دین ایمان اپنا۔ اپنی پرائی خوش۔
غرضکہ جو اوصاف نیکوں کے ہیں تم ان سب کا
مجموعہ تھے۔ کم تعلیمی کے باوجود تم میں ایسے
مرد بھی تھے جنھوں نے دہلی میں سدا گرم رہنے
والا حمام بنایا۔ جاگیری نہ جاننے پر تم میں ایسے
ہنرمند پیدا ہوئے جنکی جیتی جاگتی یادگار تاج محل
کا مقبرہ موجود ہے۔ تم تاجر بھی تھے صناع بھی تھے
شجاع بھی تھے عابد بھی زاہد بھی پرہیزگار بھی
مرتاض بھی۔ تم میں حقد و حسد نہ تھا تم میں تعصب
نہ تھا تم میں جہالت نہ تھی مگر قسمت نے [illegible]
سے تمہاری آشنائی ہوئی۔ جنھوں نے زندگی کے
عجیب و غریب وظیفے تمہارے سامنے پیش کیے
میں نے تو آدم سا جتنے پر معاملہ کیا تھا لیکن تم نے
کوئی معاوضہ نہ لیا تم نے جگنوں کی طرح گردن
اُٹھا کے مصنوعی سلطنت کے سبز باغ۔ غارت
گرانہ تجارت کے سراب۔ مذہبی آزادی کے [illegible]
کی طرف چل نکلے تمہاری [illegible] آئی ہے سو

بسے درد محبت کیا یہ کیا ہم نے
دیکھا یہی جہان کا نقشا ہم نے
بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ
جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

بے ڈھنگی تعلیم کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے جو ہر گز سیاسی یا اقتصادی بیداری یا تمدنی ارتقا کا مسئلہ نہیں ہے یا روہ وہی سلائی ہے جس نے مجھے اندھا کیا۔ یہ خزانہ تمہارا نہیں۔ ابھی تک بائیں آنکھ محفوظ ہے۔ تم خود دیکھ سکتے ہو کہ بدولت کا الماس مذہبی آزادی کا گوہر یکدانہ۔ تجارت و اقتصاد کا ذر خالص تمہیں ہمیشہ سے حاصل تھا۔ کب تعزیہ داری نہیں ہوئی کب رام ڈول نہیں اُٹھا۔ کب اذان نہیں دی گئی کب سنکھ نہیں پھونکا۔ کب کوئی ذی حق اپنے حق سے محروم رہا۔ کب تجارت و صنعت میں ایک دوسرے کا حریف بنا۔ آخر تمہارے درازے تمام حقوق ہستے کیلئے پورے جوتے تھے یا نہیں۔

اگر چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑے بڑے جھگڑے برپا کروگے تو میں سمجھتا ہوں کہ درزی صاحب نے جو آنکھ کا تماشا ضرور دکھیں گے۔ باہر آکر میں سلائی کھسی تو پھر دیوں ناچ دکھائی دیگا تمہاری چندیا میں اور میری چندیا میں کوئی فرق نہ رہےگا اضافت بے جا کی لگائے گا اس بہانے میں اصلیت ضرور ہے کہ ابھی ایک ہی قسم کی سلائی پھری ہے جب اُس نے اختلاف دمنگا مشتی۔ خون جگر کے غمزدانے کا دہانہ کھول دیا تو تم نے سوائے دیدے پٹم ہونے کے اس درمان قائم ہونے کی دوسری کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ اس کا جواب تم دونوں کے پاس کچھ نہیں سوائے اسکے کہ تم دونوں بھیک مانگو کوئی کچھ دے یا نہ دے مگر تمکو یہ فرض ہو کہ اتفاق اور محبت سے ایک دو تین چار پانچ لگو دے تم چندیا سہلاؤ اور لٹھیا لے کے نائی حاضری کو نہیں سکتے پھرو۔ ادھے کون سے تیر استیاناس جائے۔ بس ایسی نادرے بھائی ہے کہ پیچا پیپلا ہو گیا سو کو

دوڑ دوڑ دہائی ہے ارے ہم اندھوں کو سنگوں نے گھیر لیا۔ فریاد کو پہنچو۔ آتی دنگل اتحاد مجاہی ہے آئی دوں ہے کرے ان کی جان جوالی کے آگے آئے ان کو چلیں سے سونا نصیب نہ ہو
یارو بے ترتیب امدوں پر شیدل گئے تھے بڑی بھلی تجھ گئی مگر تمہارا سامنا ڈنڈا رسیدہ جوڑ سے ہوگا وہ اس واویلا پر کان دھرنے والی نہیں۔ پیروی میں ہاتھ کی اٹی بھی رخصت۔ بدنامی رسوائی حاصل۔ اپنی نہیں اصلی نضات کی جاٹ میں روز کو مفت کی چوٹ سے بچیے۔ والسلام علیکم۔

راقم بابا عبداللہ نابینا

لارڈ ریڈنگ




دو عملی حکمت



# فساد کی جڑ

سکندر اعظم نے جب دارا سے فارس کا ملک چھین لیا تو ارسطو کو خط لکھا کہ استاد آپ کے اقبال سے فارس فتح ہو اب بتائیے کہ یونان میں بیٹھ کے اتنے بڑے ملک پر حکومت کیونکر قائم رکھی جائے ارسطو نے جواب دیا کہ ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور ہر ایک ٹکڑے پر ایک حاکم بناؤ جو اپنے حصہ ملک کا مالک واحد ہو صرف یہی نہیں بلکہ اُسکے سر پر تاج بھی رکھ دو یاد رہے کہ عقل کے زائل کرنے والی چیز تاج سے بڑھ کے اور کوئی نہیں ادھر تاج سر پر آیا اُدھر دماغ میں غرور کا بھوت سمایا۔ ملک چاہے کتنا ہی چھوٹا ہو صاحب تاج اپنے نفس کو ہفت اقلیم کا مالک سمجھتا ہے اور کسی کے سامنے گردن نہیں جھکاتا۔ حرص ملک گیری تاج کی بدولت بڑھتی ہے اپنے پرائے نظر آتے ہیں۔ شاگرد نے استاد کی بات گرہ میں باندھی اور تاجدار تصنیف کرنے لگا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سکندر کے بعد چار سو برس تک ملک خانہ جنگی میں مبتلا رہا۔

واہ میاں ارسطو اللہ تمہاری ہڈیوں کو جنت میں جگہ دے اہل دنیا کو ایسا گر بتا گئے جسکا توڑ آج تک ممکن نہ ہوا۔ شریف حسین کا دماغ اسی تاج نے بگاڑا۔ امیر فیصل کی عقل اسی ہانڈی کے نیچے دب گئی یمن میں یہی تاج اُچھل رہا ہے۔ شام میں یہی تاج ناچ رہا ہے نہ سکندر رہا نہ دارا رہا مگر یہ فساد کی جڑ جتنی دنیا تک قائم رہے گی۔ اور ہمارے جان بل یعنی ارسطو کے حقیقی شاگرد اسی فساد کی جڑ سے کام نکالتے رہینگے بشرطیکہ بالشویکی چھینک اس تاج کو باقی رہنے دے۔ اگر مسٹر جان بل ہم سے مشورہ کریں تو ہم انھیں سوڈان کے بارے میں یہی رائے دیں کہ سابق خدیو کے سر پر سوڈان کا تاج رکھ دو اور خود کنارے بیٹھ کے تماشا دیکھو یہ عقل کو قابو میں لانے والا کابوس (تاج) اور جنگ ...

بھائیوں کے نزدیک تمھارے وجود با فیض کی ضرورت ثابت کرتا رہے گا۔ جنگی جہازوں کے ساحل پر بھیجنے یا گرجتے ڈپٹتے جتانے کی کیا حاجت ہے۔ یہ نسخہ تو خود ہمارے جان بل اکثر اپنے مریضوں کے واسطے تجویز کر چکے ہیں۔ ہندوستان اور آئرلینڈ کا بگڑا ہوا مزاج بھی اسی حب شفا سے درست ہو چکا ہے۔

را

ہندی ارسطو

## حکایت

ابن راوندی ایک فقیر الحال شخص تھے اتفاقاً ان کی ٹوپی کھو گئی بیچارے دل ہی دل میں خدا سے دعا مانگنے لگے "یا اللہ اپنے مسکین بندے کو ننگے سر نہ رکھ اپنے رحم و کرم سے ایک ٹوپی عنایت کر" اتفاقاً جس دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے دعا کر رہے تھے اُسی کے دوسری طرف پاخانہ بنا ہوا تھا مہتر اُسے صاف کرنے لگا کسی کی ٹوپی بھری پڑی ہوئی نجاست میں لتھڑ گئی تھی مہتر نے پنجے پر اٹھا کے جو اُچھالی تو ابن راوندی کے سر پر گری حضرت نے ٹوپی سر پر سے اٹھائی نجاست کی بو سے ناک بھوں چڑھائی اس غلط بخشی پر بیکھے ہوئے اور ٹوپی کو آسمان کی طرف اُچھال کے فرمانے لگے "حضرت یہ ٹوپی اپنے جبرئیل (معاذ اللہ) کے سر منڈھیے وہ بھی برہنہ سر ہیں۔"

ہمارے گاندھی بھی اپنے وقت کے ابن راوندی ہیں اصلاحات ہند کی نجاست بھری کاغذی ٹوپی ان کو پسند نہ آئی انھوں نے چاہا تھا کہ عالم بالا کو واپس کریں مگر بیچ میں ماڈریٹ کھڑے تھے اُنھوں نے گو بیچ کے سر پر ڈانٹ دی اب تحقیقاتی کمیشن کے سامنے روتے گاتے ہیں کہ ہمیں سے تو بو آتی ہے یہ تو بخشی ہوئی ہے واللہ بیٹا سٹر گئی بھلا ایسی عنایت کس کام کی۔ اب اسکو واپس لیجیے اور کوئی اچھی سی ٹوپی دکھائیے۔

ہمیں بیٹھے کے بعد ان اصلاحات کی صحت میں تو یہ بھی ایسا ہی اشتباہ ہے جیسا کہ حکومت وقت کو بعض اگر حکومت وقت یہ کمیشن بنوا کے بھی اسی توڑ جوڑ کو سر پر چڑھائے رہو۔

شاید کہ ہیں بھی بہ تار و پود بال عنقا گردد

تو اہل ہند کی منظوری کے بعد کہتی ہے۔ ٹوپی کا آنا ضروری ہے ورنہ پہنی کیوں جاتی۔ ان کامیابی اور ناکامی میں نظر ہے

راقم

گنج بس

## غزل

(از ڈاکٹر مرزا ناصر محمد ہادی بی اے پی ایچ ڈی)

نالہ کش ایک طرف یہ دلِ نالاں ہوتا
اک طرف نغمہ سرا مرغ خوش الحاں ہوتا

دلِ بیتاب کی تسکین کا یہ ساماں ہوتا
دل میں ارماں نہ ہوتا کوئی پیکاں ہوتا

دردِ مشکل میں جو نام شہ مرداں ہوتا
کام مشکل سے جو مشکل تھا وہ آساں ہوتا

خوش کسی حال نہ میرا دلِ ناداں ہوتا
کہ شگفتہ بھی نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

کم نہ تھی قید اتا نغمہ سرائی کے لیے
کیوں گرفتار کوئی مرغ خوش الحاں ہوتا

منزلِ دوست میں سرگرم فنا ہو جاتا
کیوں کوئی راہ رو وادیِ امکاں ہوتا

دشت ایسی تھی کہ مجھ سے بھی نہ ٹھہرا جاتا
کون اجڑے ہوئے گھر میں رہے مہماں ہوتا

ایسے میخوار کی توبہ بھی کوئی توبہ ہے
توبہ کرتے ہی جو توبہ سے پشیماں ہوتا

میں اگر غیر کی خاطر سے عبادت کرتا
یہ مرا طرز عمل رہزنِ ایماں ہوتا

اضطرابِ دلِ بیتاب ابھی تو
ایسے جینے سے تو مرنا بہت آساں ہوتا

زندگی کیا ہے بس اک کشمکش یاس و امید
یہ نہ ہوتی تو کبھی دل نہ پریشاں ہوتا

مجھکو ناصح سے مروت کی توقع ہوتی
یہ نوشتہ مری قسمت سے جو نسیاں ہوتا

دستِ نازک سے جو وہ قتل گوارا کرتے
کیوں اجل کا کوئی شرمندۂ احساں ہوتا

ضبط کا بس نہ چلا جوش جنوں رک نہ سکا
خوب ہوتا جو جنوں تابع فرماں ہوتا

دلِ بیتاب سے میں سخت بتنگ آیا ہوں
چاک کرتا نہیں اگر یہ بھی گریباں ہوتا

مصلحت چاہتی ہے خلد میں رہنی ہو جائے
دلِ ناداں کی یہ ضد کوچۂ جاناں ہوتا

شہرتِ قتل سہی زینتِ قاتل نہ سہی
خوں سے رنگیں جو وہ گوشۂ داماں ہوتا

خلد میں رہنے کی تکلیف جو دیتے مجھکو
میں یہ کہتا کہ مرا خانۂ ویراں ہوتا

سر بستر بھی نہیں ضعف سے اٹھا جاتا
وحشتِ دل کا تقاضا کہ بیاباں ہوتا

آرزوئے دوست کی دل میں مرے کیونکر آتی
کون اس اجڑے ہوئے کاشانہ میں مہماں ہوتا

تو مرے دل میں ہے جیسا مجھے معلوم نہیں
دیکھتا تو بھی وہ تصویر تو حیراں ہوتا

بہ گیا آنکھ سے آنسو یہ بڑی خیر ہوئی
ورنہ یہ قطرہ کبھی شورش طوفاں ہوتا

ضد نے احباب کی مجبور کیا مرزا کو
ورنہ اے بادِ وطن یہ نہ غزلخواں ہوتا

## منطق آرا بیگم کا مکتوب

بنام

## لارڈ لٹن گورنر بنگال

لاٹ صاحب! عرب میں کوئی نیچ نحو کا کورمغز طالب علم رہتا تھا بات بات میں اپنی "تو" تکرار کرتا تھا آخر اسکے باپ کو اسکی یہ حرکت اتنی ناگوار ہوئی کہ گھر سے نکال دیا کچھ دنوں کے بعد باپ بیمار ہوا اور ایسا بیمار ہوا کہ بیٹے کی توقع نہ رہی دوستوں نے کہا کہ اپنے لڑکے کا قصور معاف کر دو مرتے وقت تمھاری خدمت کریگا۔




جدید اصلاحات اور اطمینانِ حکومت

"ہائیں ہائیں اے اہلِ اتحاد لڑتے ہو؟ لڑوگے تو پھر "قانون حکومت ہند" کی ترمیم بھی اسی لحاظ سے کیجائے گی"

باپ نے اس شرط سے اجازت دی کہ اپنی نحو نہ بگھارے۔ لوگ صاحبزادے کو بلانے گئے اور کہا کہ تمہارے باپ کی حالت غیر ہے۔ صاحبزادے نے فرمایا "یوں کہو کہ نفس متنازع ضلعین کی کشمکش میں مبتلا ہے" لوگوں نے کہا دیکھو آخری وقت ہے ابھی "نحو" سے اس غریب کو تکلیف نہ دینا۔ مگر صاحبزادے نے باپ کو دیکھتے ہی کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا اور باپ سے کہا کہیے لا الہ الا اللہ آپ کو اختیار ہے "رفع" کے ساتھ کہیے یا "نصب" کے ساتھ مگر سیبویہ کے نزدیک "رفع" کے ساتھ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ بابا کا دم یا تو دھگدھگی پر تھا بات منھ سے نہ نکل سکتی تھی یا جھنجھلا کے اٹھے اور کہنے لگے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ چھوٹتے ہی صاحبزادے نے فرمایا۔ بالکل درست! مگر اسمیں بھی چار صورتیں نکل سکتی ہیں یعنی لاحولَ ولا قوۃَ بھی کہہ سکتے ہیں اسکی ترکیب یوں ہے......

بات پوری نہ ہونے پائی تھی کہ غریب اور بیچارہ باپ مارے غصہ کے چارپائی سے اٹھ بیٹھا اور محلہ والوں کو پکارنے لگا۔ خدا کے لیے مجھے اس مردود کی نحو سے بچاؤ۔ ارے یہ تو عزرائیل سے پہلے میری روح قبض کیے لیتا ہے۔ اگر تم اسکو یہاں سے نہ نکالو گے تو میں کہوں گا "مسیح خدا کا بیٹا ہے" دینِ اسلام سے باز آؤں گا۔

کتاب میں اس حکایت کو دیکھتے ہی مجھے ڈاکٹر ٹیگور اور تمہاری مراسلت یاد آ گئی۔ جو عذرات تم نے اپنے جواب میں لکھے ہیں وہ اس نحوی کی بے محل "نحو" سے زیادہ "لغو" ہیں یہ ایسی نحو ہے جو صحیح ہونے پر بھی ناگوار ہے۔ بظاہر تم اپنے الفاظ کے یہ معنے پہناتے ہو کہ ذکر تھا ہندوستانی پولیس کا اور ہندوستانی پولیس کو اپنے ہندوستانی بھائی بہنوں سے اس قسم کی شرمناک حیثیت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس الکہ میں الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ تعریف جنس کا ہے "دی وومین آف انڈیا" اور "دی انڈین وومین" میں بہت فرق ہے۔ اور جبکہ مقابل پولیس سے ہے تو وہی لوگ مراد ہونگے جنھوں نے پولیس کے ساتھ اس قسم کی شرمناک چال کھیلی نہ کہ تمام مرد اور ہندوستانی عورتیں۔ مگر میں کہتی ہوں کہ یہ توجیہیں تو کچھ تجتیاں ایسی ہی بیکار ہیں جیسے الف لام کے ساتھ تنوین یا "عمرو" کا واو۔ اسلیے کہ کلیہ جز سے مرکب ہوتا ہے اور جزئیہ کلیہ سے مرکب نہیں ہوتا۔ تمہارے کڑوے کڑوے بول صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ ہندوستانی مرد ہندوستانی عورتوں کو ایسے شرمناک الزام کے واسطے ابھارتے ہیں......

گویا یہ عام دستور ہے۔ اگر تمہارے دل میں بدی نہ تھی تو تم کو کہنا چاہیے تھا کہ میں نے بعض واقعے ایسے سنے جنمیں کچھ لوگوں نے ایسی شرمناک اور ذلیل روش اختیار کی تاکہ "ماضی" کی شان باقی رہتی۔ میں مانے لیتی ہوں کہ ہندوستانیوں کو انگریزی زبان کی باریکیاں اتنی معلوم نہیں جتنی کہ تم کو معلوم ہیں۔ مگر وہ لیڈی بھی انگریزن ہے جس نے تمہاری نسبت وہی حکم لگایا ہے جو "نحوی" کے باپ نے لگایا تھا یعنے محلہ والوں اس مردود کو نکال دو۔ اسکے علاوہ آخر لندن ڈیلی ٹیلیگراف بھی تو انگریزی کا مستند پرچہ ہے اگر وہ تمہاری معنی کو درست خیال کرتا تو یہ کیوں لکھتا کہ کیا لارڈ لٹن کے لیے اپنے شرمناک کلمات پر معافی مانگنے کا وقت آ گیا ہے؟...... ہماری رائے میں بجائے اسکے کہ مسٹر داس یا سروجنی نائیڈو پر مقدمہ چلا کر پبلک کو مشتعل کیا جائے یہ بہتر ہوگا کہ لارڈ لٹن کو واپس بلا لیا جائے (بندے ماترم)

اسکے علاوہ یہ بات بھی بندی غور کے قابل ہے کہ تم کو ہندوستان میں آئے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں تم سے پہلے بہتیرے آئے اور چلے گئے مگر انھیں ہندوستانیوں کی یہ عادت سوجھائی نہ دی خدا جانے تم کونسی عینک گھر سے لگا کے آئے تھے کہ آتے ہی ہندوستانیوں کا یہ عیب تمہیں نظر آیا دوسری آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔

دوسرے یہ کہ تم ہندوستان میں آئے ہو نوکری کرنے دورہ کرنے نہیں ہو اسی کی میاں بھر فرد ہے کہ نہ ہندوستانیوں کی خو بو سے واقف ہو نہ اُنکی دماغ سے نہ انکی طبیعت سے۔ برخلاف اسکے بنگال کی سیکڑوں عورتیں انگریزی کی علاوہ تیں منطق کی سیر کر آئی ہیں جو تمھیں تم نکالتے ہو اگر وہ اتنی ذلیل ہوتیں تو ضرور مان لی جاتیں۔ اسکے علاوہ جو مسز نائیڈو بھی ایک علامۂ دہر ہیں ابھی سمندر اُس پار سے آئی ہیں۔ کیا اُنھوں نے جو تمہاری تجتیاں اُلٹائیں تو بے سمجھے بوجھے۔ یا وہ تمہاری بول چال سے آگاہ نہیں ہیں۔ ابھی وہ تو لندنی بلبل ہیں لوگوں نے خواہ مخواہ بلبل ہند نام رکھ دیا ہے انکو وہ یا بیماری بھی ہوتی ہے تو انگریزی۔ بغیر لندن جائے اور گٹ پٹ کئے فائدہ نہیں ہوتا۔

میری جان م(ردشت) میں تو تم کو صرف ایک عذر کرنا تھا اور شاید وہ قبول بھی کر لیا جاتا یعنے یہ کہ سرکاری انگریزی بولی ابھی ہندوستانیوں کو نہیں آتی۔ اسکی صرف و نحو علیحدہ ہے۔ تمہاری طرح کے ایک نحوی صاحب کشتی پر بیٹھے اور ملاح سے پوچھنے لگے کیوں جی تمھیں "نحو" بھی آتی ہے؟ اُسنے کہا نہیں۔ آپ نے ناک بھوں چڑھا کے فرمایا "تو پھر تمہاری آدھی عمر اکارت گئی" ملاح بیچارا چپ ہو رہا۔ اتفاق سے تھوڑی دیر میں طوفان آیا ناؤ ڈگمگائی پانی میں منڈھنے لگی ملاح نے پوچھا "کیوں نحوی صاحب! آپ کو پیرنا بھی آتا ہے" کہا نہیں۔ ملاح نے ٹھٹھا مارا اور کہا:

"تو پھر آپ یقین کیجیے کہ آج آپ کی ساری عمر اکارت گئی"

اب تم ہندوستانی عورتوں سے پوچھو تمہیں

سرکاری نوکری بھی آتی ہے؟" اور وہ اس طوفان و تلاطم میں تم سے پوچھیں کہ ملکی انتظام ماشین کلامی کی کھڑی ملاحی جانتے ہو یا نہیں؟ کیا سنی کہ سرکاری نوکر نہ جاننے کے باعث ہندوستانی اپنی آدمی عمر گنگ اور موقع شناسی مصلحت نہیں کہ اگر دریا میں شناوری تمھیں نہیں آتی۔ زبان کے پھوہڑ ہو۔ خدا ہی بیڑا پار لگا سکے۔

راقم

شغل آرا بیگم

بقلم

سابق خلاسفر حال نحوی

## مولانا پنچ کی نوٹ بُک

### ابو موسیٰ کا گدھا اور ملکی خواہش

ابو موسیٰ مکفوف (نابینا) نے دلال سے فرمائش کی کہ مجھے ایک ایسا گدھا درکار ہے جو نہ ٹھگنا ہو نہ لمبا۔ راستہ خالی دیکھے تو کھٹ کھٹ چلے۔ بھیڑ ہو تو بیچا بڑے خندق کھائیں نالی موری سے بچائے زیادہ چارہ ملے تو احسان مانے کم پائے تو نزاکے دکھلائے میں چڑھوں تو جھکے غیر چڑھے تو لیٹ جائے۔ دلال ان صفات کو سُنتا رہا جب صاحب فرمائش نے اپنے منھ میں لگام دی تو اس نے کہا:۔

"خداوند صبر کیجئے سُنا ہے کہ شہر کا قاضی مسخ ہو کے گدھا بننے والا ہے انشاء اللہ ادھر وہ آدمی سے گدھا بنا ادھر بندہ آپ کے لیے اُسے کا نٹھ لائے گا"۔

ہمارے ملک کی آرزوئیں بھی ابو موسیٰ مکفوف کی فرمائشوں سے رتبہ میں کم نہیں۔ جدید "تنظیم" اسلامی کے تفاصیل اور مشنا و قیود جب عملاً پوری ہوتی نظر نہیں آتیں۔ مسخ ہونے کا انتظار ہے۔

### ڈاکٹر کچلو اور تعصب؟

استغفر اللہ! بھلا ڈاکٹر صاحب کو تعصب سے کیا واسطہ؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب متعصب ہیں وہ تعاون نے میں اُنھیں چاہیے کہ منٹ کی عینک اور تپے کی ورزش

لگائیں اگر وہ متعصب ہوتے تو اپنے گھر میں تصویریں کیوں رکھتے۔ یا مہاتما گاندھی کی تصویر پھیلنڈو تعظیم تمام جلیانوالہ باغ کے بھرے جلسہ میں کرسی نشین کیوں فرماتے۔ آپ ہزار تصویریں کسی جلسہ میں لگا دیجیے وہ کبھی بُرا نہ مانیں گے منفی زہرشی جائینگے اور مرجیت کی ہنڈیا میں بال نہ نکلیے۔ مذہبی جوش کے اوقات اور ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو بھی مولانا کر دے۔

## حکایت

ایک شرابی صاحب مسجد میں خراب افتادہ تھے کسی مرد مومن نے دیکھا اور شرابی کے منھ پر تھوک دیا۔ شرابی کو غصہ آیا اور کہنے لگا۔ کیوں بے؟ مسجد میں تھوکتا ہے خدا سے نہیں ڈرتا۔ ارے مسجد میں تھوکنے کی سخت ممانعت ہے حدیث کی کتابیں اُٹھا کے دیکھ۔

## نرگس کا درخت اور لی کمیشن کی رپورٹ

کسی مشاطہ نے ایک شخص سے عورت کی تعریف کی کہ عورت کاہے کو نرگس کا درخت ہے۔ حضرت تعریف کرتے ہی پھسل پڑے جھٹ منگنی پٹ بیاہ۔ مگر جب شادی ہو گئی گھونگھٹ (مقنع) اُٹھا تو دیکھتے ہیں کہ سو برس کی بڑھیا بیٹھی ہوئی ہے بال سن سفید منھ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ مشاطہ سے بگڑے کہ کمبخت تو نے دھوکا دیا۔ مشاطہ نے کہا میاں میں نے یہی کہا تھا نہ؟ عورت کاہے کو نرگس کا درخت ہے تم دیکھو سر سفید ہے رنگت زرد ہے ہاتھ پاؤں نیلے ہیں۔ نرگس کے درخت میں اور کیا ہوتا ہے۔

ہمارے ہندوستانی بھائی "لی کمیشن" کی سفارشوں پر چراغ پا ہیں۔ بھائیو۔ نرگس کے درخت میں اور کیا ہوتا ہے؟ ہر ایک کمیشن جو ہندوستان کی مشاطہ گری کرے اسکی نسبت سمجھ لینا چاہیے کہ نرگس کا درخت ہی۔ پیش کرے گی۔

## گیا کی مجالس

مولوی محمد تقی صاحب قمر گیاوی نے گیا کے شیعوں میں نفاق کی ایک پر لطف داستان لکھی ہے جسکا ملخص مفہوم یہ ہے کہ یہاں شیعوں میں مجالس عزا کی جوڑ پکڑ رہتی ہے ایک دوسرے سے اس امر میں سبقت کا خواستگار ہے کہ مجمع ہمارے یہاں زیادہ ہو حکیم سید محمد تقی عرف منجھلے صاحب کے یہاں شیعہ اور سنی دونوں گروہ مجالس میں شریک ہوتے ہیں۔ سُنا گیا ہے بعض حاسد شیعوں نے ایک بڑی مسجد کے پیش امام کو گمنام خط بھیجا اور قسمیں لکھ دیں کہ آپ کو دین قسم دونوں قسم یہ تحریر ہر ایک شخص کو پڑھ کے سنا دیجئے پیش امام صاحب نے قسم کی پابندی فرمائی اور مضمون خط لوگوں کو سُنا دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ شیعوں کی مجلس میں جانے سے سنیوں کو اجتناب کرنا چاہیے یہ صحابۂ کبار کی نسبت تحاشی کرتے اور ان کے محترم نام کاغذ کے پرچوں پر لکھ کے پاانداز کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔ اس اطلاع سے سنیوں میں ہیجان پیدا ہوا تھا مگر فساد ہوتے ہوتے رُک گیا۔ حکیم منجھلے صاحب نے بہ طبیعت تدبیر اس بحران کو سنبھال لیا ورنہ رقیق و غلیظ مادہ بلا استفراغ نہ رہتا اور اس استفراغ قوی میں اصلی رطوبات کا ذوبان بھی یقینی تھا۔ قمر صاحب سنی والمذہب مسلمان ہیں اور شیعوں کو باہمی اتحاد و اتفاق کا مشورہ دیتے ہیں مگر جب خلط ہی فاسد ہو تو اعتدال کہاں؟ البتہ طبیعت سے زیادہ ادبار و افلاس۔ تربون ہے ممکن ہے کہ بھوک کی شدت اور غذا کی قلت۔ پاس پڑوس کی شماتت۔ اتفاق و یکجہتی پیدا کر دے مگر بالفعل تو مایوسی ہے۔

آج ہندو آپس میں متفق نہیں۔ مسلمان ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق میں مبتلا ہیں یہ آب و ہوا دل و دماغ کے واسطے ہرگز موافق نہیں۔ اس ٹھنڈک سیلن میں چھینکیں ضرور آئینگی اور نوازل میں تحریک ضرور ہو گی۔

## بعض ضروری امور کا اظہار

(۱) جو حضرات ایک آدھ پرچہ نمونہ کے طور پر منگاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ تا وقتیکہ بھی اور رنگ بوجہاد ... کی قابلیت اڈیٹر کی استعداد سے ... کافی واقفیت ہو گئی انکی رائے اکثر صحیح نہیں ہوتی۔

ہمارا قاعدہ ہے کہ فالتو پرچہ دفتر میں بچ رہتے ہیں ان کو نمونہ میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ طالب نمونہ کو اس ایک پرچہ میں اپنے مفید مطلب باتیں ملیں یا نہ ملیں اسکی پروا نہیں۔ لہذا کم از کم ایک سہ ماہی کے واسطے خریدار ہو جانا نمونہ طلب کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگر اس قلیل مدت میں ناظر کو ظرافت کے ساتھ اخلاقی علمی و ادبی فوائد محسوس ہوں اور چند مضمون بھی اسکے مذاق کے موافق مل جائیں تو دام وصول۔ ورنہ پنچ بیچارہ نخت کھائی ... بیخبر شما بسلامت۔

(۲) نمونہ پسند آنے پر وی پی کی فرمائش خواہ مخواہ ڈاکخانہ کو سخاوت دکھانے کے مساوی ہے اسے حضرت منی آرڈر بھیجیے کہ ہم انتظار وصول قیمت سے اور آپ انتظار ... مولانا پنچ کی زحمت سے بچیں اور دو آنہ کی جگہ چار آنہ بھی صرف نہوں۔

۳- بعض قدردان دفتر سے ختم مدت ختم خریداری کی اطلاع پر توجہ نہیں فرماتے جب پرچہ بند ہو جاتا ہے تو ناراض ہوتے ہیں کہ کیوں ہمارا اعتبار نہ کیا اب جتنے پرچہ اس بیچ میں ناغہ ہو گئے سب اکٹھا بھیجو تاکہ فائل ناقص نہ رہے۔ ان کی تعمیل ارشاد صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ فالتو پرچہ دفتر میں موجود ہو۔

۴ جو پرچہ ڈاکیوں کی نوازش سے گم ہو جائیں صرف آٹھ روز کے اندر دوبارہ بھیجے جا سکتے ہیں غصہ اور دشنام کی ضرورت نہیں اطلاعی پوسٹ کارڈ بھیجیے اور پرچہ منگائیے۔

۵- اگر یہ پرچہ اودھ پنچ ملک کے لیے آپ کی رائے میں مفید ہے تو خود خریدار ہو جانے سے پورا حق قدردانی ادا نہیں ہوتا بلکہ اپنے احباب میں اسکی اشاعت کی بھی کوشش بھی فرمائیے۔ خیر الناس من ینفع الناس۔

منیجر

## ہر بیماری کا علاج خود کر لو

... حکیم ... کی ... کتاب مجربات ... بمعہ مسالہ کرشن ... ہر ایک بیماری کا علاج ... اگر ... چاہیں گے ... کا ذریعہ ... ایک روپیہ ... نایاب نسخہ ... ہیں جو کہ ... تیار ہوتے اور ... کے فائدے دکھلاتے ہیں۔ قیمت فی کتاب ... علاوہ محصول۔

مفت لو ... اردو خواں لوگوں کے نام ... پتے ... چراغ صحت نامی رسالہ ... المشتہر منیجر دفتر چراغ حکمت علیگڈھ شہر (یو-پی)

## مُفت نمونہ

منگوا کر دیکھو

کمہ بلاس پان میں کھانے کا مسالہ پان میں کھا کر دیکھو مزہ کی چیز ہے اسکی صفت کو آزما کر دیکھو۔ قیمت بڑی ڈبی ۱۰ عہ اور چھوٹی ۳ عہ فی درجن۔

پنڈت پیارے لال شکل ہولا گنج کانپور

## شرائط ایجنسی

(۱) زر پرچہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔ علاوہ ... حالتوں کے پرانے پرچہ واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

## اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) مجلدات اودھ پنچ ۱۹۲۲ء کی چند ہی جلدیں جمع ہو سکیں مشتاقین جلد طلب فرمائیں قیمت فی جلد ... مع محصول ...

(۲) جلد ۱۹۲۱ء کے ... نمبر ... میں انشاپردازی کے بہترین نمونہ موجود ہیں ظریفانہ مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد ... علاوہ محصولڈاک۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

## سورج مارکہ

جرمنی خضاب ۲۲۹

اس سے بہتر خضاب روئے زمین پر ایجاد نہیں ہوا بہ صفت موصوف ہے

سفوف اور ٹکیہ

قیمت فی شیشی ... فی بکس ٹکیہ ... آنہ کا ٹکٹ بھیجکر نمونہ مفت طلب فرمائیے۔

یوپی کا ایجنٹ پالن جی ڈھن بھائی امین آباد لکھنؤ